پروفیسر حافظ محمد شریف
گورنمنٹ ڈگری کالج گوجرانوالہ

فقہ حنفی کے مستند شارح

شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ

نام ابوبکر محمد بن ابی سہل احمد نہ کہ احمد بن ابی سہل جیسا کہ بعض مغربی مصنفین کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ چنانچہ براکلمان اور سیفنگ اسی زمرے میں آتے ہیں۔

ولادت متقدمین سوانح نگار آپ کی تاریخ ولادت بیان نہیں کرتے البتہ متاخرین میں فقیر محمد جہلمیؒ اور مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے صراحت کی ہے کہ آپ ۴۰۰ھ کے دوران "سرخس" میں پیدا ہوئے۔ "سرخس" کے بارے میں نواب صدیق حسن خاںؒ فرماتے ہیں:

"بفتحتین وسکون خاء معجمہ بلدیست از خراسان است۔"

اور مولانا عبدالحیؒ فرماتے ہیں:

"السرخسی نسبۃ الی السرخس بفتح السین وفتح الراء وسکون الخاء بلدۃ قدیمۃ من بلاد خراسان وھو اسم رجل سکن ھذا الموضع وعمّرہ واتم بناءہ ذوالقرنین۔"

(فوائد البہیہ ص۱۵)

یہ شہر تاریخ اسلام میں عرصہ دراز تک بڑا مردم خیز رہا ہے۔ متعدد نامور فقہاء، طبیب، وزراء وغیرہ یہاں پیدا ہوئے۔ آج کل یہ شہر ایرانی روسی سرحد پر دونوں ملکوں میں آدھا آدھا بٹا ہوا ہے۔ دریائے ہری رود اس کے بیچ میں سے گزرتا ہے۔

(بحوالہ نذر عرشی مقالہ ڈاکٹر حمید اللہ ص۱۲۱)

تعلیم و تربیت دس سال کی عمر میں باپ کے ساتھ جو تجارت پیشہ تھے بغداد آئے۔ اس کے بعد شمس الائمہ عبدالعزیز بن احمد بن النصر بن صالح الحلوانی البخاریؒ کی خدمت میں بخارا حاضر ہوئے۔ حلوانیؒ کے متعلق جمال عبدالناصر فرماتے ہیں:

"ھو فقیہ الحنفیۃ کان امام اھل الرائ فی وقتہ ببخارا، صنف شرح المبسوط، نوادر فی الفروع والفتاوی، ادب القاضی لابی یوسف دفن بخاری ۴۴۸ھ"

ترجمہ: وہ احناف کے فقیہ تھے اور اپنے وقت میں بخارا میں اہل رائے کے امام تھے۔

(فروع الحنفیہ ص۲۵۳)

حلوانی بخارا میں درس دیتے تھے۔ سرخسیؒ عرصہ دراز تک ان کے درس میں حاضر ہوئے۔ سرخسیؒ نے اپنی شرح "السیر الکبیر" کے شروع میں صراحت کی ہے کہ میں نے حلوانی کے علاوہ شیخ الاسلام ابوالحسن علی بن محمد بن الحسین بن محمد الغدیؒ متوفی ۴۶۱ھ سے بھی کتاب مذکور کا درس لیا۔ نیز ان کے تیس استادوں میں ابوحفص عمر بن منصور البزار بھی ہیں لیکن ان سے سرخسیؒ نے "السیر الکبیر" کا درس ان کے اس کی شرح لکھنے سے قبل لیا مگر علامہ سرخسیؒ

شمس الائمہ حلوانیؒ کے مشہور ترین و ممتاز ترین شاگرد ہوئے۔ آپ نہ صرف استاد کے درس گاہ ہی میں جانشین ہوئے بلکہ ان کے لقب "شمس الائمہ" کے بھی زبانِ خلق سے وارث قرار پائے

فقہی مقام و مرتبہ

فقہاء کے سات طبقات ہیں:

(۱) مجتہدین فی الاصول (۲) مجتہدین فی المذہب
(۳) مجتہدین فی المسائل (۴) اصحاب تخریج
(۵) اصحاب ترجیح (۶) متمیزین بین الاقوی والقوی والاضعف والضعیف
(۷) مقلدین محض

کمال پاشازادہؒ نے سرخسیؒ کو طبقہ ثالثہ یعنی مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے جیسے ابوبکر خصافؒ، طحاویؒ، ابوالحسن الکرخیؒ، شمس الائمہ الحلوانیؒ، فخر الاسلام بزدویؒ، فخر الدین قاضی خانؒ صاحب ذخیرہ و محیط شیخ طاہر احمدؒ مصنف خلاصۃ الفتاوی یہ سب حنفی ہیں جو امام کی مخالفت نہ اصول میں کرتے ہیں اور نہ فروع میں بلکہ امام کے قواعد سے ان مسائل کا استنباط کرتے ہیں جن میں امام سے کوئی روایت نہیں ہے۔

سند

فتاوی شامیؒ میں علامہ سرخسیؒ کی سند یوں درج ہے۔ شمس الائمہ سرخسیؒ عن شمس الائمہ الحلوانی۔ عن القاضی ابی علی النسفی عن ابی بکر محمد بن الفضل البخاری عن ابی عبداللہ المرزبانی عن ابی حفص عبداللہ بن احمد بن ابی حفص الصغیر عن والدہ ابی حفص الکبیر۔ عن الامام محمد بن حسن الشیبانی عن امام الائمہ سراج الامۃ ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت الکوفی عن حماد بن سلیمان عن ابراہیم النخعی عن علقمہ عن عبداللہ بن مسعودؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن امین الوحی جبریل عن الحکم العدل جل جلالہ تعالیٰ ولقدست اسمائہ۔ (شامی صـــ ج ۱)

کرامات

مورخین لکھتے ہیں کہ جب آپ کو ظالم نے قید کر کے اوزجند کی طرف بھیجا تو راستہ میں جب نماز کا وقت آتا تو آپ کے ہاتھ پاؤں سے خود بخود بند کھل جاتے۔

آپ وضو یا تیمم کر کے پہلے اذان پھر تکبیر کہہ کر نماز شروع کر دیتے۔ اس وقت پہرے دار سپاہی دیکھتے کہ ایک جماعت سبز پوشوں کی آپ کے پیچھے کھڑی ہو کر نماز ادا کر رہی ہے

جب آپ نماز سے فارغ ہوتے تو سپاہیوں کو کہتے آؤ تم مجھے باندھ لو۔ سپاہی کہتے خواجہ ہم نے تمہاری کرامت دیکھ لی ہے۔ اب ہم تم سے ایسا معاملہ نہیں کرتے۔ اس پر خواجہ جواب دیتے کہ میں حکم خدا کا مامور ہوں، پس میں اس کا حکم بجالایا تاکہ قیامت کو شرمندہ نہ ہوں اور تم اس ظالم کے تابعدار ہو۔ پس چاہیے کہ تم اس کا حکم بجالاؤ تاکہ اس کے ظلم سے خلاصی پاؤ۔

(۲) جب آپ شہر اوزجند پہنچے تو ایک مسجد میں مؤذن نے تکبیر کہی۔ آپ نماز پڑھنے مسجد میں داخل ہوئے امام نے آستین کے اندر ہی ہاتھ رکھ کر تکبیر تحریمہ کہی آپ نے پچھلی صف سے آواز دی کہ پھر تکبیر کہنی چاہیے۔ امام نے پھر اسی طرح آستین میں ہاتھ رکھ کر تکبیر کہی۔ پس اس طرح تین دفعہ رد و قدح ہوا۔ چوتھی دفعہ امام نے منہ پھیر کر کہا۔ شاید آپ امام اجل سرخسیؒ ہیں۔ آپ نے کہا۔ ہاں۔ امام نے کہا کہ تکبیر میں کچھ خلل ہے؟ آپ نے کہا کہ نہیں لیکن مردوں کے لیے ہاتھ آستین سے

باہر نکال کر تکبیر کہنا سنت ہے۔ پس مجھ کو اس کے ساتھ اقتداء کرنے سے عار ہے جو عورتوں کی سنت کے ساتھ نماز میں داخل ہو۔

(۳) ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ طالب علم آپ سے اس کنوئیں پر جس میں آپ قید تھے سبق پڑھ رہے تھے۔ ایک طالب علم کی آواز آپ نے نہ سنی۔ پوچھا کہ وہ کہاں گیا ہے۔ ایک نے کہا کہ وہ وضو کرنے گیا ہے اور یہ بسبب سردی وضو نہیں کر سکا۔ آپ نے فرمایا عافاک اللہ تجھے شرم نہیں آتی کہ اس قدر سردی میں تو وضو نہیں کر سکتا۔ حالانکہ مجھ کو تو طالب علمی کے وقت بخارا میں ایک دفعہ عارضہ شکم لاحق ہوا تھا جس سے مجھے بہت دفعہ قضائے حاجت ہوئی۔ پس ہر دفعہ نالہ سے وضو کرتا تھا۔ جب مکان پر آتا تھا تو میری دوات بسبب سردی کے جمی ہوئی تھی۔ پس میں اس کو اپنے سینہ پر رکھ لیتا جب وہ سینہ کی گرمی سے حل ہو جاتی تو اس سے تعلیقات لکھتا تھا۔ (حدائق الحنفیہ ص۲۰۵)

تعلیمی رفتار

دورِ تعلیم میں آپ کے رفقاء یہ تھے:

(۱) شمس الائمہ ابوبکر زنجری رح

(۲) محمد بن علی زنجری رح

(۳) ابوبکر محمد بن حسین رح

(۴) فخر الاسلام علی بن محمد بن حسین بزدوی رح

(۵) صدر الاسلام رح

(۶) ابوالیسر محمد بن محمد بزدوی رح کے بھائی

(۷) قاضی جمال الدین رح

(۸) ابونصر احمد بن عبدالرحمان

(۹) علی بن عبداللہ الخطیبی

تلامذہ

علامہ سرخسی رح کے تلامذہ میں مشہور بزرگوں کے اسماءِ گرامی یہ ہیں۔

(۱) علی بن حسین سغدی

(۲) رکن الاسلام مؤلف مختصر مسعودی

(۳) ابوالحسن سغدی مؤلف و راوی شرح سیر کبیر۔ سغد سمرقند کے نواح میں ہے۔

(۴) مسعود بن حسین

(۵) عبدالملک بن ابراہیم مؤلف طبقات حنفیہ و شافعیہ

(۶) محمود بن عبدالعزیز اوزجندی

(۷) رکن الدین خطیب

(۸) مسعود بن حسین کتانی

(۹) محمد بن محمد بن محمد رضی الدین سرخسی مصنف محیط

(۱۰) عثمان بن علی بن محمد بن محمد بن علی ۴۶۵ھ تا ۵۵۲ھ

(۱۱) خیرۃ الفقہاء عبدالغفور بن نعمان کردری

(۱۲) ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی

(۱۳) ابو عمر عثمان بن علی بیکندی

(۱۴) برہان الائمہ عبدالعزیز بن عمر بن مازہ

تصانیف

علامہ سرخسی رح کی جو کتب چھپ چکی ہیں ان میں سے "المبسوط"

(۲) شرح السیر الکبیر (۳) کچھ حصہ شرح السیر الصغیر

(۴) اصول فقہ للسرخسی (۵) شرح الزیادات

اور جو کتب مخطوطوں کی شکل میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے

(۱) اشراط الساعۃ فی مقامات القیامہ

(۲) شرح الجامع الکبیر

(۳) شرح الجامع الصغیر اور کچھ ناپید ہیں مثلاً

(۴) شرح مختصر الطحاوی

(۵) شرح نکت زیادات الزیادات۔

کشف الظنون میں ایک کتاب "الفوائد" کو بھی سرخسیؒ کی تالیف بتایا گیا ہے۔ "المبسوط" کا تعارف انشاء اللہ العزیز ایک مستقل مقالہ کی صورت میں الگ تحریر کیا جا رہا ہے۔ اس مضمون میں دیگر کتابوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

شرح السیر الکبیر

اس کتاب کے متعلق ابن قطلوبغاؒ لکھتے ہیں:

"ان کی ایک کتاب "شرح السیر الکبیر" دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ یہ کتاب انہوں نے اپنے شاگردوں کو اس وقت املاء کرانا شروع کی جب وہ کنویں میں قید کاٹ رہے تھے۔ باب الشروط تک پہنچے تو رہائی ہو گئی اور امام سرخسیؒ آخری عمر میں فرغانہ چلے گئے جہاں کے حکمران امیر حسنؒ نے انہیں مقام و مرتبہ سے نوازا۔ پھر طلباء آپ تک وہاں پہنچے اور باقی ماندہ کتاب انہوں نے فرغانہ میں املاء کرائی۔" (بحوالہ کتاب التراجم ص۵۳)

یہ دراصل امام محمدؒ کی السیر الکبیر کی جو قانون بین الممالک کی ایک اہم کتاب ہے جس کا یونیسکو کی جانب سے ترجمہ بھی ہو رہا ہے شرح ہے جو امام سرخسیؒ نے قید کے آخری دور میں املاء کرانی شروع کی۔ اسے دائرہ المعارف حیدر آباد نے ۲۰۰۸ صفحوں کی چار ضخیم جلدوں میں شائع کیا ہے اور اب ایک نیا ایڈیشن مصر میں بھی چھپ رہا ہے۔

سرخسیؒ کتاب الشروط تک جو چوتھی جلد کے ص۶ سے شروع ہوتا ہے یعنی ۱۲۸۰ صفحات کے اختتام تک پہنچے تھے کہ بالآخر انہیں رہائی ملی۔ ما بقی املاء کے ۳۲۸ صفحات انہوں نے مرغینان پہنچ کر دس دن میں مکمل کرائے۔

اس کتاب میں مصنف نے امام محمدؒ کے اصول و اساسات کے پیش نظر فقہی مسائل بیان فرمائے ہیں۔ اس کتاب میں جہاد و قتال اور صلح و جنگ کے طریقے غیر مسلم اقوام سے تعلقات اور تجارت وغیرہ پر بحث کی ہے۔ اسلام کے بین الاقوامی زاویۂ نگاہ کو معلوم کرنے کے لیے یہ کتاب بڑی ضروری ہے۔

شرح السیر الصغیر

یہ جامع الصغیر فی الفروع محمد بن حسن الشیبانی الحنفی المتوفی ۱۸۰ھ کی شرح ہے جس میں ۱۵۳۲ مسائل ہیں۔ ۱۷۰ اختلافی مسائل، ۲ مسائل میں قیاس و استحسان کا ذکر ہے۔ اس کتاب کے متعلق کہا گیا ہے

لا یصلح المرء للفتوی ولا للقضاء الا اذا علم مسائلہ: کوئی شخص فتویٰ اور قضا کی صلاحیت نہیں رکھتا جب تک اس کتاب کے مسائل کا علم حاصل نہ کرے۔

اس شرح کی بندہ کو تلاش تھی۔ الحمد للہ استاذ محترم حضرت مولانا عبدالحمید سواتی مدظلہ العالی نے نشان دہی فرما دی ہے کہ کنڈیاں شریف کے کتب خانہ میں اس کا نسخہ موجود ہے۔ یہ کتاب بھی امام سرخسیؒ نے قید کے دوران املاء کرائی۔

اصول فقہ

یہ کتاب چھپی ہوئی ہے اور بعض مدارس عربیہ میں داخل نصاب بھی ہے۔ یہ کتاب بھی آپ نے اسی قید خانہ میں اس لیے املاء کرائی تھی تاکہ امام محمدؒ کی کتابوں کی شرح میں جو باتیں بیان کی گئی تھیں ان کے اصول اور اساسات معلوم ہو جائیں۔ یہ کتاب دو جلدوں میں احیاء المعارف حیدر آباد نے شائع کی ہے۔

صفۃ اشراط الساعۃ ومقامات القیامۃ

ایک زمانہ میں ان کے استاد حلوانیؒ نے اس کتاب

پر درس کا سلسلہ شروع کیا۔ علامہ سرخسیؒ نے اس املا کو قلمبند کیا۔ خوش قسمتی سے یہ کتاب محفوظ رہ گئی ہے۔ بقول جناب ڈاکٹر حمید اللہ اس کا واحد نسخہ پیرس کے سرکاری کتب خانہ میں عربی ۲۸۰۰ مجموعہ ورق ۲۴۳ ب تا ۲۶۷ ب ۲۱ سطروں والی بڑی تقطیع پر موجود ہے۔ اس کی تمہید کا ایک فقرہ ڈاکٹر حمید اللہ نے یوں نقل کیا ہے کہ

سئل الامام شمس الائمہ الحلوانی عن مقامات القیامۃ وقیام الساعۃ ھل ورد فیھا حدیث صحیح؟ قال ورد... وھذا الحدیث الواحد اسلم الاحادیث فی ذلک وھو ما حدثنی الفقیہ ابوبکر محمد بن علی سنۃ خمس واربع مائۃ ....“

(ترجمہ) امام حلوانیؒ سے سوال کیا گیا کہ قیامت کی علامات کے بارے میں کیا کوئی صحیح حدیث وارد ہوئی ہے؟ فرمایا ہاں اور یہ ایک حدیث اس بارے میں تمام احادیث سے زیادہ سلیم ہے اور یہ وہ روایت ہے جو مجھ سے امام ابوبکر محمد بن علیؒ نے ۴۰۵ھ میں بیان کی۔

تاریخ سے یہ دقیق اقتباس سرخسیؒ نے اپنے استاد سے سیکھا جسے انہوں نے خود بھی جاری رکھا

شرح الجامع الکبیر

اس کا ایک حصہ مصر میں مخطوطے کی شکل میں موجود ہے۔

ان کے علاوہ سرخسیؒ نے امام محمدؒ کی کتاب زیادات اور زیادات الزیادات کی شرحیں بھی اسی قید خانہ میں املاء کرائیں۔ ان میں سے زیادات الزیادات احیاء المعارف حیدرآباد کی طرف سے چھپی ہے۔ علامہ سرخسیؒ نے ۴۹۰ھ تک بیان فرمائے اور قید میں املاء کرائے ہیں۔ پہلا

جملہ اس کا ہے: ”الحمد لولی الحمد ومستحقہ“

شرح مختصر الطحاوی

اس کتاب کا تفصیلی ذکر کہیں نہیں مل سکا۔ یہ نایاب کتاب ہے۔ البتہ سوانح نگاروں نے اس کا ذکر اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ چنانچہ حاجی خلیفہؒ فرماتے ہیں:

”شرح مختصر الطحاوی فی خمسۃ اجزاء

(کشف الظنون ص۱۶۲۸)

ابن قطلوبغاؒ نے بھی ایک جگہ ذکر کیا ہے کہ میں نے اس کتاب کا ایک حصہ دیکھا ہے۔ (تاج التراجم ص۵۲)

ان کتب کے علاوہ علامہ کی شرح النفقات خصافؒ، شرح ادب القاضی خصاف، شرح ادب القاضی للخصافؒ کا ذکر مولانا ابوالوفا افغانی نے کیا ہے۔

نیز مختلف ابواب کی شکل میں بھی تحریری مواد کا ثبوت ملتا ہے جیسے کتاب السرقہ، کتاب الکسب گروہ مبسوط ہی کا حصہ معلوم ہوتی ہیں۔ علامہ کی ان تمام کتب کی ایک مشترکہ خصوصیت یہ ہے کہ عموماً سرخسیؒ جب بھی امام محمدؒ کی کسی ذاتی رائے کی توجیہ کرتے ہیں تو فقہ کے اصول کلیہ سے استدلال کرتے ہیں۔

چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں سرخسیؒ سے متعلق مقالہ نگار ہیفننگ کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ ”سرخسیؒ اپنی اس کوشش کے باعث ممتاز ہیں کہ وہ قانون کے عام اساسات و اصول کلیہ کو نمایاں کرتے ہیں

قید و بند کی صعوبتیں

آپ بڑے حق گو تھے۔ آپ نے بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہا جس سے وہ ناراض ہوگیا اور آپ کو قید کر دیا اور اوزجند میں ایک کنوئیں کے اندر بند کر دیا جس میں آپ مدت تک رہے۔ علامہ عبدالحی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

وهو فی الجب محبوس بسبب کلمة تصلح بها الامراء۔

ترجمہ: وہ کنویں میں ایک کلمۂ حق کی وجہ سے بند کر دیے گئے جس کے ذریعے وہ حکام کی اصلاح چاہتے تھے۔

اور سیر النبلاء میں حضرت ملا علی القاری کے حوالے سے لکھا ہے:

"وفی طبقات القاری املاء المبسوط نحو خمسة عشر مجلدا وهو فی الجب باوزجند محبوس بسبب کلمة کان فیها من الناصحین"

نیز تاج التراجم، الاعلام خیر الدین زرکلی، تاریخ الفقہ الاسلامی، مفتاح السعادہ میں بھی اس سے ملتے جلتے الفاظ ہیں۔ لیکن اصل وجہ پر بہت کم روشنی ڈالی گئی ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام زیر لفظ "سرخسی" میں ہیفننگ نے لکھا ہے:

"غالباً انہیں اس لیے قید کیا گیا کہ ام ولد کے نکاح کے متعلق انہوں نے حکمران وقت کے فعل پر شرعی نقطۂ نظر سے اعتراض کیا تھا۔"

لیکن بقول ڈاکٹر حمید اللہ یہ وجہ قابل قبول نہیں اس لیے کہ سارے مآخذ صراحت کرتے ہیں کہ ان کا یہ اعتراض رہائی کے بعد کا واقعہ ہے۔

دوسری وجہ قید کا حوالہ ڈاکٹر صاحب دیتے ہیں کہ استنبول کے "عمومی ترکی تاریخ" کے پروفیسر احمد ذکی ولیدی طوغان نے ایک مرتبہ ان سے زبانی گفتگو کے دوران یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اس زمانہ میں ابو النصر احمد بن سلیمان الکاسانی نامی ایک بد طینت شخص تھا۔ وہ قاضی القضاۃ پھر وزیر رہا۔ یہ سب کچھ اسی کا کیا دھرا تھا۔ اس طرح کا حوالہ خود مبسوط میں بھی آتا ہے اگرچہ نام کی تصریح نہیں۔ قال فی آخرہ "انتهی املاء العبد الفقیر المبتلی بالحجرة الحصیر المحبوس من جهة السلطان الخطیر باغراء کل زندیق حقیر"

اس سلسلے میں مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم سابق صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کا خیال شاید صحیح ہو، وہ لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں صلیبی جنگوں کے باعث عالم اسلامی میں بحران تھا اور ہر روز نئے نئے ٹیکس لگ رہے تھے اور بے پناہ مظالم ہو رہے تھے۔ سرخسیؒ نے بعض ٹیکسوں کو ناجائز قرار دیا۔ گویا عدم ادائگی محاصل کی تحریک کی قیادت کی تھی۔ اس پر قید ناگزیر تھی اور ڈاکٹر صاحب نے سرخسیؒ کے ایک مداح نگار محمود بن سلیمان الکفوی کا تائیدی حوالہ بھی دیا ہے۔

قید کی مدت

آپ کتنی مدت قید میں رہے؟ مبسوط اور دیگر کتب جو آپ نے قید میں املا کرائیں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۴۶۶ھ سے ۴۸۰ھ تک قید میں رہے یعنی ۱۳-۱۴ سال کی مدت۔

آپ صرف کنوئیں ہی میں اتنی مدت نہیں رہے بلکہ آپ کی تصانیف سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ مختلف وقتوں میں مختلف مقامات میں قید رکھے گئے۔ چنانچہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب بھی فرماتے ہیں:

"ان سارے اقتباسات سے گمان ہوتا ہے کہ اولاً واقعی آپ کو ایک اندھے کنوئیں میں پھینک دیا گیا تھا۔ پھر ان کی ریاضت اور صبر سے متاثر ہو کر رفتہ رفتہ حالت میں اصلاح عمل آئی ہو گی اور ایک چھوٹے حجرے میں بند رہے۔ اس کے بعد کسی افسر

اور معتمد حکومت کے مکان میں زیرِ نگرانی رکھے گئے اور دوبارہ قلعہ میں لائے گئے شاید اس لیے کہ ملک کی آئے دن کی جنگوں جھگڑوں میں دشمن انہیں نہ اُڑا لیں یا پھر بھی کام کرنا مقصود تھا بالآخر رہا کیے گئے۔" (نذرِ سرخسی صـ۱۲۵)

وفاتِ سرخسیؒ

اعداد کے حساب سے آپ کی تاریخ وفات "شمس ملک اور مجتہد اولیاء" نکلتی ہے یعنی ۴۸۳ھ بعض جگہ "فی حدود تسعین" اور بعض جگہ "حدود خمس مائۃ" کا ذکر ہے۔ علامہ خضریؒ آپ کا سنِ وفات ۴۸۲ھ اور نواب محمد صدیق حسن خان بھوپالی ۴۹۴ھ بیان کرتے ہیں جبکہ تحفۃ الفقہاء میں ۴۳۸ھ تک بھی لکھا ہے جو بالکل غلط ہے۔ شاید کتابت میں بجائے ۸۳ کے ۳۸ لکھا گیا ہے۔

لیکن یہ سب مبہم اور تخمینی الفاظ ہیں۔ ابن قطلوبغا اور کفوی نے صراحت کی ہے:

"فخرج فی آخر عمرہ الی فرغانۃ"

اور خود علامہ سرخسیؒ کے بیان کے مطابق وہ ۴۸۰ھ میں علاقہ فرغانہ کے شہر مرغینان میں جا ٹھہرے تھے لہٰذا سالِ وفات ۴۸۳ھ زیادہ قرینِ قیاس ہے۔

مولانا عبدالحی نے ماہ جمادی الاولیٰ کی بھی صراحت کی ہے اور ماخذ کشف الظنون ہے۔ مبسوط کے مخطوطوں میں بھی تاریخوں کا یہ اختلاف پایا جاتا ہے مگر بالآخر یہ تین تاریخیں ہی سامنے آتی ہیں۔ دو تخمینی اور ایک معین۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ۴۸۳ھ کو ترجیح دی ہے۔

(نذرِ سرخسی صـ۱۳۲)

بقیہ چاہِ یوسف کی صدا

قانون کے مطابق غلام بنا لیا جائے۔ تلاشی لی گئی اور بن یامین کے بورے سے پیمانہ برآمد ہو گیا۔ حضرت یوسفؑ نے قانون اور فیصلہ کے مطابق بن یامین کو روک لیا۔ اس طرح بھائی سے بھائی مل گیا۔

برادرانِ یوسف بن یامین کے بغیر روتے دھوتے گھر کو لوٹے۔ باپ کی دُنیا پہلے ہی سونی تھی۔ بن یامین کو نہ پاکر ان کے دل کی نگری بالکل ہی اُجڑ گئی۔ انہوں نے بیٹوں کو دوبارہ مصر بھیجا۔ یہ لوگ حاضر ہوئے تو اس مرتبہ حضرت یوسفؑ نے راز سے پردہ اٹھایا۔ بولے "کچھ یاد ہے تم نے اس کے بھائی یوسف کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟"

حضرت یوسفؑ کے ان لفظوں نے ان کی آنکھیں کھول دیں۔ جس بھائی کو وہ کنوئیں میں گرا کر دل سے بھلا چکے تھے وہ آج ان کے سامنے تختِ حکومت پر جلوہ افروز تھا اور بڑے اختیارات کا مالک تھا۔ اسے پہچان کر ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے مگر حضرت یوسفؑ نے بڑے اطمینان سے فرمایا: "نہیں آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ تمہیں معاف کرے۔ وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔" (سورۃ یوسف ۱۲ : ۲۹)

ایک تمثیل

حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک دوسرے سے بہت مماثلت رکھتی ہے۔

دونوں کی داستانِ حیات کا آغاز مصائب سے ہوتا ہے۔ اپنوں کے ہاتھوں مصائب قید و بند، جلاوطنی اور ہجرت دونوں کے ہاں مشترک ہیں۔ کامیابی اور عروج کا انداز بھی ایک جیسا ہے اور آخر دونوں کے دشمن دست بستہ حاضر ہوتے ہیں اور لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (سورۃ یوسف ۱۲ : ۹۲) کا مژدہ جانفزا سنتے ہیں۔ غالباً اسی لیے حضرت یوسفؑ کی داستانِ حیات کو قرآن مجید میں "احسن القصص" کہا گیا ہے ؎

قید میں یعقوبؑ نے لی گو نہ یوسف کی خبر
لیکن آنکھیں روزنِ دیوارِ زنداں ہو گئیں